تسہیل

مکمل تفسیر

بیان القرآن

۱۴۲۷ھ

حکیم الامت مجدد الملت

حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

تسہیل و تلخیص

شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

آسان

مکمل تفسیر

بیان القرآن

۱۴۲۶ھ

حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

تسہیل و تلخیص

شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ط

اور آپ کا رب بڑا مغفرت کرنے والا (اور) بڑا رحمت والا ہے

پس مہلت اس لئے دی ہے کہ اگر مسلمان ہو جاویں تو ان کی مغفرت کر دوں گا دوسرے خود رحمت اس کی بھی مقتضی ہے کہ ایمان نہ لانے پر بھی دنیا میں عذاب شدید سے مہلت دی جائے ورنہ ان کے اعمال تو ایسے ہیں (آگے ترجمہ پڑھو)

لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ

اگر ان سے ان کے اعمال پر دار و گیر کرنے لگتا تو ان پر فوراً ہی عذاب واقع کر

الْعَذَابَ ط بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا

دیتا (مگر ایسا نہیں کرتا) بلکہ ان کے واسطے ایک معین وقت ہے (یعنی یوم

مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿۵۸﴾

قیامت) کہ اس سے اس طرف (یعنی پہلے) کوئی پناہ کی جگہ نہیں پا سکتے

اس طور سے کہ اس کے آنے سے پہلے اس پناہ میں جا چھپیں اور اس سے محفوظ رہیں۔

وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا

اور یہ بستیاں (جن کے قصے مشہور مذکور ہیں) جب انہوں نے (یعنی انکے باشندوں نے)

وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع

شرارت کی تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور ہم نے انکے ہلاک ہونے کیلئے وقت معین کیا تھا

غرض یہی قاعدہ پہلے کفار کے ساتھ برتا گیا جس سے کفر کا موجب ہلاکت ہونا ثابت ہو گیا تو ان کے لئے بھی وقت معین ہے دیر ہونے سے یہ کیسے لازم آیا کہ عذاب ہونے کا ہی نہیں

ربط: اوپر رؤساء کفار کی اس درخواست کی کہ ہماری مجلس تعلیم میں غریب مسلمان نہ رہنے پاویں قباحت مذکور ہوئی تھی آگے موسیٰ علیہ السلام کے ایک قصہ سے اس کی زیادہ وضاحت فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے تو اپنے سے چھوٹے کو بعض خاص علوم میں استاد بنانے سے بھی عار نہیں کی اور تم کو ان غریبوں کے محض شریک تعلیم ہونے سے عار آتی ہے نیز اس مقصود کے ساتھ اس قصہ میں آپ کی نبوت پر بھی دلالت ہو گئی جیسا کہ ظاہر ہے واذقال موسیٰ تا ذکرا

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ

اور (وہ وقت یاد کرو) جبکہ موسیٰؑ نے اپنے خادم سے فرمایا

جس کا نام یوشع تھا رواہ البخاری

حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ

کہ میں (اس سفر میں) برابر چلا جاؤں گا یہاں تک کہ اس موقع پر پہنچ جاؤں

حُقُبًا ﴿۶۰﴾

جہاں دو دریا آپس میں ملے ہیں یا یونہی زمانہ دراز تک چلتا رہوں گا

یہ مضمون ایسا ہے جیسا کسی شاعر نے کہا ہے

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا تن رسد بجاناں یا جان زتن برآید

اور وجہ اس سفر کی یہ ہوئی تھی کہ ایک بار موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں وعظ فرمایا تو کسی نے پوچھا کہ اس وقت آدمیوں میں سب سے بڑا عالم کون شخص ہے آپ نے فرمایا کہ ”میں“ مطلب آپ کا یہ تھا کہ جن علوم کو قرب الٰہی حاصل ہونے میں دخل ہے ان میں میرے برابر کوئی نہیں اور یہ فرمانا صحیح تھا کیونکہ آپ نبی اولوالعزم تھے اور انبیاء اولوالعزم کے برابر وہ دوسروں کو یہ علم نہیں ہوتا مگر بظاہر چونکہ الفاظ عام تھے جن سے یہ بھی مفہوم ہو سکتا تھا کہ ہر علم میں سب سے بڑا میں ہوں) اس لئے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ آپ کو کلام میں احتیاط کی تعلیم دی جائے پس ارشاد ہوا کہ مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ تم سے بھی زیادہ علم رکھتا ہے مطلب یہ تھا کہ بعض علوم میں وہ زیادہ ہے اگرچہ ان علوم کو قرب الٰہی میں دخل نہ ہو لیکن ایسی حالت میں اپنے آپ کو مطلقاً ہر ایک سے تو زیادہ عالم نہ کہنا چاہئے تھا موسیٰ علیہ السلام ان کے ملنے کے مشتاق ہوئے اور پوچھا کہ ان تک پہنچنے کی کیا صورت ہے ارشاد ہوا کہ ایک بے جان مچھلی اپنے ساتھ لے کر سفر کرو جہاں وہ گم ہو جائے وہ شخص وہیں ہے اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے یوشع علیہ السلام کو ساتھ لیا اور یہ بات فرما دی تھی۔

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا

پس جب (چلتے چلتے) دونوں دریاؤں کے جمع ہونے کے موقع پر پہنچے اس

فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا (٦١)

اپنی مچھلی کو دونوں بھول گئے اور مچھلی نے دریا میں اپنی راہ لی اور چل دی

یہاں پہنچ کر دونوں حضرات کسی پتھر سے لگ کر سو رہے تھے اور وہ مچھلی خدا کے حکم سے زندہ ہو کر دریا میں جا پڑی یوشع علیہ السلام نے بیدار ہو کر مچھلی کو نہ پایا ارادہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام جب جاگیں گے تو اس کا ذکر کروں گا مگر ان کو مطلق یاد نہ رہا شاید اہل وعیال اور وطن کے خیالات کا بہت زیادہ ہجوم ہوا ہو کہ ذکر کرنا بھول گئے ورنہ ایسی عجیب بات کا بھول جانا کم ہوتا ہے لیکن جو شخص ہر وقت خلاف عادت امور دیکھتا رہتا ہو اس کے ذہن سے کسی ادنیٰ درجہ کی عجیب بات کا نکل جانا کسی خیال کے غلبہ میں عجیب نہیں اور موسیٰ علیہ السلام کو بھی پوچھنا یاد نہ رہا۔

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا ز

پھر جب دونوں (وہاں سے) آگے بڑھ گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے فرمایا

لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَبًا (٦٢)

کہ ہمارا ناشتہ تو لاؤ ہم کو تو اس سفر میں (یعنی آج کی منزل میں) بڑی تکلیف پہنچی

اور اس سے پہلے کی منزلوں میں نہیں تھکتے تھے جس کی وجہ بظاہر موقع مقصود سے آگے بڑھ جانا تھا۔

قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي

خادم نے کہا کہ لیجئے دیکھئے (عجیب بات ہوئی) جب ہم اس پتھر کے قریب ٹھہرے

نَسِيتُ الْحُوتَ ز وَمَا أَنْسَانِيهُ

تھے سو میں اس مچھلی (کے تذکرہ) کو بھول گیا اور مجھ کو شیطان ہی نے بھلا دیا

اگر شبہ ہو کہ یوشع علیہ السلام نبی ہوئے ہیں پھر ان پر شیطان کا تصرف بھولنے کے بارہ میں کیسے ہوا جواب یہ ہے کہ جو تصرف گناہ میں مبتلا کر دے اس سے انبیاء کا محفوظ ہونا ثابت ہے باقی دوسرے تصرفات ایسے ہیں جیسے کوئی کافر کسی نبی کے پتھر مار دے اور چوٹ لگ جائے اور اگر یہ شبہ ہو کہ جب مجمع البحرین کا موقعہ آ گیا تھا تو وہاں پہنچ کر کیوں آگے بڑھ گئے اگرچہ مچھلی کے زندہ ہونے کا قصہ معلوم نہ ہوا تھا مگر یہ تو معلوم تھا کہ دو دریاؤں کے ملنے کا موقع آ گیا جواب یہ ہے کہ مجمع البحرین سے کوئی خاص موقعہ مراد ہونا ضروری نہیں (کہ اس کے قرب و جوار کو دور تک مجمع بحرین کہا جا سکتا ہے اور اسی وسعت کی وجہ سے مچھلی میں جان پڑ جانا علامت مقرر کی گئی تھی اور اس مچھلی کا زندہ ہونا بظاہر محض قدرت الٰہی سے ہوا کیونکہ وہی علامت بتلائی گئی تھی اگرچہ پانی لگنے کے وقت حیات ہوئی ہو مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پانی کا لگنا سبب تھا اور دو دریاؤں کے ملنے کے مواقع متعدد ہوں گے ان میں سے ایک موقع یہ بھی ہوگا جس کی تعیین پر کوئی ضروری امر موقوف نہیں۔

إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ ج وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ

کہ میں اس کو ذکر کرتا اور (وہ قصہ یہ ہوا کہ) اس مچھلی نے (زندہ ہونے کے

فِي الْبَحْرِ ق عَجَبًا (٦٣)

بعد) دریا میں عجیب طور پر اپنی راہ لی

ایک عجیب بات تو خود اس کا زندہ ہو جانا ہے اور دوسرا عجیب واقعہ بطور خرق عادت یہ کہ وہ مچھلی دریا میں جہاں کو گزری تھی وہاں کا پانی خلاف عادت اسی طرح سرنگ کے طور پر ہو گیا تھا غالباً پھر مل گیا ہوگا۔

قَالَ ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ق فَارْتَدَّا عَلَىٰ

موسیٰ نے (یہ حکایت سن کر) فرمایا کہ یہی وہ موقع ہے جس کی ہم کو تلاش تھی

آثَارِهِمَا قَصَصًا (٦٤) لا

سو دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے الٹے

غالباً وہ راستہ سڑک کا نہ ہوگا اس لئے نشان دیکھنے پڑے۔

فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ

سو (وہاں پہنچ کر) انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جن

رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا

کو ہم نے اپنی خاص رحمت (یعنی مقبولیت) دی تھی

مقبولیت کے معنی میں دونوں احتمال ہیں کہ ولایت مراد ہو یا نبوت۔

وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا (٦٥)

اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص طور کا علم سکھلایا تھا

مراد اس سے اسرار کونیہ سے واقعات عالم کا علم ہے جیسا کہ آئندہ کلام سے معلوم ہوتا ہے یہ علم ان کو بدوں پڑھے پڑھائے منجانب اللہ حاصل تھا اور اس علم کو قرب الٰہی حاصل ہونے میں کچھ دخل نہیں جس علم

کو قرب میں دخل وہ اسرار الٰہی کا علم ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام بڑھے ہوئے تھے۔

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ

موسیٰ نے (ان کو سلام کیا اور) ان سے فرمایا کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں

یعنی مجھ کو ساتھ رہنے کی اجازت دیجئے۔

عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾

اس شرط پر کہ جو علم مفید آپ کو (منجانب اللہ) سکھلایا گیا ہے اس میں سے آپ مجھ کو بھی

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾

سکھلا دیں ان بزرگ نے جواب دیا آپ سے میرے ساتھ رہ کر (میرے افعال پر) صبر نہ ہو سکے گا

کیونکہ آپ میرے افعال پر روک ٹوک کریں گے اور متعلم جب تعلیم کے متعلق معلم کو روک ٹوک کرے اس صورت میں ساتھ رہنا مشکل ہے۔

وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾

اور (بھلا) ایسے امور پر آپ کیسے صبر کریں گے جو آپ کے احاطہ واقفیت سے باہر ہیں

یعنی ظاہر میں وہ باتیں بوجہ منشا معلوم نہ ہونے کے خلاف شرع نظر آئیں گی اور آپ خلاف شرع امور پر خاموش نہ رہ سکیں گے اس سے بعض لوگوں کو یہ دھوکہ ہوا ہے کہ پیر اگر خلاف شرع کام کرے تو مرید اس پر انکار نہ کرے چنانچہ اس قصہ میں حدیث میں آیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اگر صبر کرتے تو خوب ہوتا جواب یہ ہے کہ خضر علیہ السلام کا کمال اور ان کی مقبولیت خدا تعالیٰ کے ارشاد سے معلوم ہو چکی تھی اس لئے سکوت جائز تھا دوسرے کا ان پر قیاس کرنا غلط ہے بعض کو دھوکہ ہوا ہے کہ الہام پر خلاف شرع عمل کرنا جائز ہے جواب یہ ہے کہ خضر علیہ السلام یا تو نبی ہوں گے پس ان واقعات میں جو کچھ کیا وحی سے کیا یا یہ پہلی شریعت کا حکم ہوگا اس شریعت میں یہ جائز نہیں۔

قَالَ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ

موسیٰ نے فرمایا انشاءاللہ آپ مجھ کو صابر (یعنی ضابط) پاویں گے اور میں کسی

اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾

بات میں آپ کے خلاف حکم نہ کروں گا

یعنی اگر آپ مثلاً روک ٹوک کرنے سے منع کر دیں گے تو میں روک ٹوک نہ کروں گا اسی طرح اور کسی بات میں بھی خلاف نہ کروں گا **فانطلقا تا لم تستطع علیه صبرا**

قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ

ان بزرگ نے فرمایا تو (اچھا) اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو اتنا خیال رہے کہ) مجھ سے کسی بات کی نسبت کچھ پوچھنا نہیں

حَتّٰۤى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ ع فَانْطَلَقَا وقفة

جب تک کہ اس کے متعلق میں خود ہی ابتداءً ذکر نہ کروں پھر دونوں (کسی طرف) چلے

اور غالباً یوشع علیہ السلام بھی ساتھ ہوں گے مگر چونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے اس لئے اصل کا ذکر کر کے تابع کے ذکر کی ضرورت نہ رہی غرض چلتے چلتے کسی ایسے مقام پر پہنچے جہاں کشتی پر سوار ہونے کی ضرورت ہوئی۔

حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ط

یہاں تک کہ جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو ان بزرگ نے کشتی میں چھید کر دیا

یعنی کشتی کا ایک تختہ نکال لیا شاید پھر بعد میں مرمت کر دی ہوگی اور غالباً کشتی والے اجمالاً ان کے معتقد ہوں گے اس لئے نہ روکا ہو۔

قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ج

موسیٰ نے فرمایا کہ آپ نے اس کشتی میں اس لئے چھید کیا ہوگا کہ اس کے بیٹھنے والوں کو غرق کر دیں

یعنی اس پر یہ نقصان مرتب ہونا بعید نہ تھا اور اگرچہ اس ضرر کا احتمال ہی تھا مگر جب تک کوئی غالب مصلحت نہ ہو اس وقت تک محتمل ضرر سے بھی بچنا واجب ہے اور مصلحت کچھ معلوم ہوتی نہیں۔

لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ

آپ نے بڑی بھاری (یعنی خطرہ کی) بات کی ان بزرگ نے کہا کہ

اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾

کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا

آخر وہی ہوا اور اپنے قول پر نہ رہے۔

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا

موسیٰ نے فرمایا کہ (مجھ کو یاد نہ رہا تھا) آپ میری بھول چوک پر گرفت نہ

تُرْهِقْنِىْ مِنْ اَمْرِىْ عُسْرًا ﴿٧٣﴾

کیجئے اور میرے اس معاملہ میں مجھ پر زیادہ تنگی نہ ڈالئے

کہ بھول چوک بھی معاف نہ کی جائے بات گئی گزری ہوئی۔

فَانْطَلَقَا ۗ وقفۃ حَتّٰىٓ اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ لا

پھر دونوں (کشتی سے اتر کر آگے) چلے یہاں تک کہ جب ایک (کمسن) لڑکے سے ملے تو ان بزرگ نے اس کو مار ڈالا موسیٰؑ (گھبرا کر)

قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً ۢ م بِغَيْرِ نَفْسٍ ط

کہنے لگے آپ نے ایک بے گناہ جان کو مارڈالا (اور وہ بھی) بے بدلے کسی جان

لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿٧٤﴾

کے بیشک آپ نے (یہ تو) بڑی بے جا حرکت کی

کیونکہ اول تو نابالغ کو قتل کیا جس کو قصاص میں بھی قتل نہیں کیا جاتا پھر اس نے کوئی کام بھی موجب قتل نہیں کیا تھا اس وجہ سے یہ فعل پہلے سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ وہاں مال کا نقصان تو یقینی ہوا مگر جان کے ضرر کا احتمال ہی تھا اور یہاں جان کا ضرر یقینی ہوا اور وہ بھی معصوم بچہ کا کیونکہ مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکا نابالغ تھا نیز اگر وہ بالغ اور ڈاکو ہوتا جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے تو خضر علیہ السلام آئندہ چل کر اس قتل کے عذر میں یہ نہ فرماتے کہ اس کے والدین کے بگڑنے کا اندیشہ تھا بلکہ ڈاکو ہونے کا عذر فرماتے جو جلد ہی سمجھ میں آ سکتا تھا۔

الحمدللہ پندرویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی

قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ

ان بزرگ نے فرمایا کہ کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ سے میرے

مَعِىَ صَبۡرًا ﴿٧٥﴾ قَالَ اِنۡ سَاَلۡتُكَ عَنۡ شَىۡءٍۢ

ساتھ صبر نہیں ہو سکے گا۔ موسیٰ نے فرمایا کہ (خیر اب کے اور جانے دیجئے) اگر

بَعۡدَهَا فَلَا تُصٰحِبۡنِىۡ‌ۚ قَدۡ بَلَغۡتَ مِنۡ

اس مرتبہ کے بعد آپ سے کسی امر کے متعلق پوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے

لَّدُنِّىۡ عُذۡرًا ﴿٧٦﴾

ساتھ نہ رکھیئے بیشک آپ میری طرف سے عذر (کی انتہا) کو پہنچ چکے ہیں

یعنی آپ نے بہت درگزر کی اگر اب ساتھ نہ رکھیں گے تو آپ معذور ہیں اور اس مرتبہ نسیان کا عذر نہ کرنے سے معلوم ہوا کہ اب کی بار بھولے سے سوال نہ کیا تھا اور آپ نے وعدہ کر کے جو اعتراض فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ وعدہ اگرچہ بظاہر بلا قید تھا مگر معنےً اس کے ساتھ یہ قید ملحوظ تھی کہ جب تک مخالفت شریعت کی نہ ہو اور شریعت کے موافق کام کرتے رہو میں نہ بولوں گا پس خلاف وعدہ لازم نہیں آیا اور آپ نے جواب میں یہ نہ کہا کہ خلاف شرع کام کرتے ہو وجہ یہ کہ بعد غصہ کم ہو جانے کے اجمالاً سمجھ گئے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس بھیجا ہے تو ان کا ہر فعل حکم خدا کے موافق ہو گا۔

فَانۡطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهۡلَ قَرۡيَةِ اِسۡتَطۡعَمَاۤ

پھر دونوں (آگے) چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں پر گزر ہوا تو وہاں والوں سے

اَهۡلَهَا فَاَبَوۡا اَنۡ يُّضَيِّفُوۡهُمَا فَوَجَدَا فِيۡهَا

کھانے کو مانگا (کہ ہم مہمان ہیں) سو انہوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا اتنے

جِدَارًا يُّرِيۡدُ اَنۡ يَّنۡقَضَّ فَاَقَامَهٗ‌ؕ

میں ان کو وہاں ایک دیوار ملی جو گرا ہی چاہتی تھی تو ان بزرگ نے اس کو (ہاتھ کے سہارے

قَالَ لَوۡ شِئۡتَ لَتَّخَذۡتَ عَلَيۡهِ اَجۡرًا ﴿٧٧﴾

سے) سیدھا کر دیا۔ موسیٰ نے فرمایا کہ آپ چاہتے تو اس (کام) پر کچھ اجرت ہی لے لیتے

کہ اس وقت کام بھی چلتا اور ان لوگوں کے اخلاق کی بھی اصلاح ہوتی کیونکہ ایسوں کے ساتھ رعایت کرنے سے ان کی بدخلقی زیادہ بڑھتی ہے۔

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنِكَ‌ۚ سَاُنَبِّئُكَ

ان بزرگ نے کہا کہ یہ وقت ہماری اور آپ کی علیحدگی کا ہے (جیسا کہ خود آپ نے

بِتَاۡوِيۡلِ مَا لَمۡ تَسۡتَطِعۡ عَّلَيۡهِ صَبۡرًا ﴿٧٨﴾

شرط کی تھی) میں ان چیزوں کی حقیقت بتلائے دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا

چنانچہ آئندہ آیات میں وہ حقیقت آتی ہے اور عجب نہیں کہ ان اسرار کے بتلانے سے اس درخواست کا پورا کرنا بھی منظور ہو جو موسیٰ علیہ السلام نے کی تھی کہ مجھے اپنا علم سکھلا دیجئے الخ گو اس وقت نمونہ ہی کے طور پر سہی اور زیادہ ساتھ رہنے میں غالباً وہ مناسب موقعہ پر خود ہی بتلاتے اور ہر واقعہ پر بتلاتے تو یہ علم زیادہ حاصل ہوتا اور گو یہ علم موسیٰ علیہ السلام کے علم کے برابر مفید نہیں کیونکہ اتباع کے قابل نہیں تاہم اس اعتبار سے خاص لوگوں کو مفید ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ کی بعض حکمتیں مفصلاً منکشف ہوتی ہیں اگرچہ قرب کے لئے یہ اجمالی عقیدہ کافی ہے کہ ہر واقعہ میں خدا کی حکمتیں ہوتی ہیں اما السفینہ تا لم تسطع علیہ صبرا

اَمَّا السَّفِيۡنَةُ فَكَانَتۡ لِمَسٰكِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ

وہ جو کشتی تھی سو چند غریب آدمیوں کی تھی جو (اس کے ذریعہ سے) دریا میں محنت مزدوری

فِى الۡبَحۡرِ فَاَرَدْتُّ اَنۡ اَعِيۡبَهَا وَكَانَ

کرتے تھے سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں اور (وجہ اس کی یہ تھی کہ) ان

وَرَآءَهُمۡ مَّلِكٌ يَّاۡخُذُ كُلَّ سَفِيۡنَةٍ غَصۡبًا ﴿٧٩﴾

لوگوں سے آگے کی طرف ایک (ظالم) بادشاہ تھا جو ہر (اچھی) کشتی کو زبردستی پکڑ رہا تھا

پس اگر ان کی کشتی میں عیب نہ ڈالا جاتا تو اس کو بھی چھین لیتا اور اسی پر ان کی گزر اوقات تھی ان غریبوں کا ٹکڑا مارا جاتا پس اس توڑنے میں یہ مصلحت تھی۔

وَاَمَّا الۡغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤۡمِنَيۡنِ

اور رہا وہ لڑکا سو اس کے ماں باپ ایماندار تھے

اور وہ اگر بڑا ہوتا تو کافر ہوتا اور ماں باپ اس کو چاہتے بہت تھے تو اس کی محبت کے سبب وہ بھی بد دینی میں اس کا ساتھ دینے لگتے۔

فَخَشِيۡنَاۤ اَنۡ يُّرۡهِقَهُمَا طُغۡيَانًا وَّكُفۡرًا ﴿٨٠﴾ۚ

سو ہم کو اندیشہ (یعنی تحقیق) ہوا کہ یہ ان دونوں پر سرکشی اور کفر کا اثر نہ ڈال دے پس ہم کو

فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً

یہ منظور ہوا کہ بجائے اس کے ان کا پروردگار ان کو ایسی اولاد دے جو پاکیزگی (یعنی دین)

وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾

میں اس سے بہتر ہو اور (ماں باپ کے ساتھ) محبت کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو

پس ہم نے چاہا کہ اس کا تو قصہ تمام کر دیا جائے پھر حق تعالیٰ ان کو اس سے بہتر لڑکا یا لڑکی عطا کر دیں۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ

رہی دیوار سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اس شہر میں (رہتے ہیں اور اس دیوار

فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ

کے نیچے ان کا کچھ مال مدفون تھا جو ان کے باپ سے میراث میں پہنچا ہے)

اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ

اور ان کا باپ (جو مر گیا ہے) ایک نیک آدمی تھا

پس اس کے نیک ہونے کی برکت سے خدا تعالیٰ نے اس کی اولاد کے مال کو محفوظ فرمانا چاہا دیوار گرنے سے لوگ مال لوٹ لے جاتے اور غالباً جوان لڑکوں کا سرپرست تھا اور اس کو دفینہ کا علم ہوگا وہ یہاں موجود نہ ہوگا جو انتظام کر لیتا۔

فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا

سو آپ کے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا کہ دونوں اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچ جاویں اور

كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ

اپنا دفینہ نکال لیں اور (یہ سارے کام میں نے بالہام الٰہی کئے ہیں کوئی کام میں نے

اَمْرِيْ ۭ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾ ع

اپنی رائے سے نہیں کیا۔ لیجئے یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا

اور میں حسب وعدہ اس کو بتلا چکا چنانچہ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام ان سے رخصت ہوئے حدیث میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے شرما کر یہ کہہ دیا کہ اگر اب کی بار پوچھوں تو ساتھ نہ رکھنا ورنہ اگر ساتھ رہتے تو اور عجیب باتیں دیکھتے اور اس قصہ سے بعض لوگوں کو دھوکہ ہوا ہے کہ علم باطن علم شریعت سے افضل ہے جواب اس کا یہ ہے کہ علم باطن کے دو حصے ہیں ایک تو مرضیات الٰہی کا علم جو کہ نفس کے متعلق ہے کہ برے اخلاق سے اس کی اصلاح کرنا اور اچھے اخلاق سے آراستہ کرنا ہو تو شریعت کا ایک جزو ہے اور جزو کبھی کل سے افضل نہیں ہو سکتا اور دوسرا حصہ واقعات عالم کے اسرار ہیں چونکہ وہ قرب الٰہی میں کچھ دخل نہیں رکھتا اس لئے اس کی فضیلت کا احتمال ہی نہیں اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے افضل نہیں کیونکہ اس قصہ سے خضر علیہ السلام کو علم باطن کا دوسرا شعبہ حاصل ہونا ثابت ہوتا ہے اور ابھی سن لیا کہ وہ علم شریعت سے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کو حاصل تھا افضل نہیں رہا ان کے پاس بھیجنا یہ فضیلت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ ایک ادب کی تعلیم کرنے کے لئے تھا تا کہ آئندہ کلام میں احتیاط رکھیں اور بعضے اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہ قصہ مشہور موسیٰ پیغمبر علیہ السلام کا نہیں ہے ورنہ ہماری کتابوں میں ہوتا مگر حدیث میں تصریح ہے کہ صاحب واقعہ وہی مشہور موسیٰ ہیں اور اہل کتاب کی بعض کتابیں گم ہو گئی ہیں ممکن ہے ان میں ہو اور اگر نہ بھی ہو تو مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے۔

ربط: اوپر جس سوال کے جواب میں قصہ اصحاب کہف مذکور ہوا ہے اسی کے ساتھ ذوالقرنین کا قصہ بھی اسی امتحان نبوت کی غرض سے پوچھا گیا تھا آگے اس کا جواب ہے جس میں ان کے تین سفروں کا بیان ہے۔ ویسئلونک تا یسرا

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ

اور یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں

اس کے پوچھنے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ ان کی تاریخ قریب قریب گم تھی اور اس لئے جو امور ان کے متعلق قرآن میں مصرح نہیں ان میں آج تک اختلاف ہے اور اسی واسطے کفار نے اس کو سوال کے لئے منتخب کیا تھا پس اس سوال کا جواب بھی نبوت کی دلیل ہے۔

قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿۸۳﴾ ۭ

آپ فرما دیجئے کہ میں اس کا ذکر ابھی تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں

آگے حق تعالیٰ ان کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ ذوالقرنین بڑے جلیل القدر بادشاہ ہوئے ہیں۔

اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ

ہم نے ان کو روئے زمین پر حکومت دی تھی اور ہم نے ان کو ہر قسم کا

شَيْءٍ سَبَبًا ﴿۸۴﴾ ۙ

سامان (کافی) دیا تھا